اقبال اور عشق

Subject : **Urdu**
Class : B.A. (Hons.) II
Topic : Iqbal aur Ishq
Author : **Dr. Fatahullah Quadri**
Lecture Series No. : 11

روایتی غزل میں وہ بنیادی تصور، وہ محور جس کے گرد اس کائنات کی ہر چیز گھومتی ہے، عشق ہے۔ اقبالؔ بھی عشق ہی کی علامت استعمال کرتا ہے لیکن اردو کی روایتی شاعری میں عشق کا جو تصور ہے اور اس کے ساتھ جو افکار وابستہ ہیں، اقبالؔ کا عشق ان سے کوسوں دور ہے۔ تغزل کی روایت میں عاشق کی یہ کیفیت ہوتی ہیں کہ رنگ زرد ہے، لب پہ آہ سرو ہے ہمنشیں آہ وزاری میں مصروف رہتا ہے، تاروں کے داستان دردِ دل کہتا ہے۔ یوں بھی اردو کی کلاسکی غزل میں عاشق کی موت وحیات کے ایسے ایسے عجیب وغریب نقشے نظر آتے ہی کہ اقبالؔ کے لئے لازم تھا کہ بصراحت کہے کہ میرے اشعار کا عشق اردو غزل کا روایتی عشق نہیں۔ بات اگر ذرا پھیل جائے گی لیکن اردو کے عاشق کا موت وحیات کے چند مناظر دیکھتے چلئے، تا کہ اقبال کے تصور عشق میں اور اردو کے روایتی اسلوب عشق میں جو تضاد ہے، وہ واضح ہو جائے۔ تحقیقات کے معلوم ہوگا کہ اردو غزل گوئی کی روایت کے مطابق عاشقی کا جن سر پر چڑھ جاتا ہے، سخن کہتا ہے:

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر　　ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

کبھی کہتا ہے:

باقی نہ دل میں کوئی الٰہی ہوس رہے　　چودہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس رہے

اقبالؔ نے اسی قسم کے عشق سے اور ایسے عاشق سے بصراحت تبرا کا اظہار کیا اور یہ بات کھول کر بیان کر دی کہ میرے کلام میں عشق سے کیا مراد ہے۔ ''زبور عجم'' میں اقبالؔ نے کہا:

عشق آں نیست کہ لب گرم فغانے دارد　　عاشق آن است کہ برکف دو جہانے دارد

عاشق آنست کہ تعبیر کند عالم خویش　　ورنہ ساز و بجہانے کہ کرانے دارد

اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے، اس عاشق کا وہ جوہر یعنی عشق کیا ہے، جس کی بنا پر اس جواں مرد کو یہ بے پناہ قوت عطا ہوتی ہے، میں بطریق اختصار واجمال اسی کا جواب دیتا ہوں، دنیا میں اشیا کا ادراک کرنے کے دو طریقے ہیں،، ایک طریقہ وہ

ہے جسے حواس خمسہ کے مشاہدے پر مبنی کے ذریعے ہوتا ہے، منطق کا، فلسفہ کا طریقہ ہی ہے، اسی طریقہ کو "حنبر" بھی کہتے ہیں، منطق بھی کہتے ہیں اور عقل بھی کہتے ہیں۔

اسی کے مقابلے میں حقائق، حقائق دریافت کرنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے، اسی میں حواس خمسہ ظاہری کے ذریعہ کام نہیں لیا جاتا، بلکہ حواس خمسہ باطنی پر بھروسہ کیا جاتا ہے، اس دنیا میں کسی چیز کی حقیقت مشاہدے سے نہیں، مکاشفے سے روشن ہوتی ہے، اس طریقہ کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا گیا، القا بھی اسے کہتے ہیں، کشف بھی اس کا نام ہے، شہود کہہ کر اسی کو پکارتے ہیں، اسے طریق نظر بھی کہا جاتا ہے، یہ طریقہ پہلے طریقہ کی ضد ہے، اسی طریقہ کو اقبال "عشق" کہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اقبال کے ہاں عقل اور عشق ایک دوسرے کی ضد کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً:

نامہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی　　　اپنے سینے میں اسے اور ذرا مقام بھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　　عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

مجاز مرسل کے طور پر اقابل دل کو بھی عشق کے معنی میں استعمال کرتا ہے کہ عشق یہیں پہنچتا ہے اور یہیں پیدا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کبھی اقبال عقل کے مقابلے میں عشق کا نہیں دل کا نام لیتا ہے، لیکن اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، کیوں کہ دل بھی۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ عشق ہی کا دوسرا دل نام ہے۔

میں اشارہ کیا تھا کہ اقبال عشق کہہ کر بصیرت اور شہود کے عملی پہلو مراد لیتا ہے، زندگی کا کوئی شعبہ ہو، ایسا ہی عمل کا کوئی دائرہ ہو، ذکر و فکر کا کوئی حلقہ ہو، عشق ہر جگہ مشعل راہ ثابت ہوتا ہے، اسی کی وجہ ظاہر ہے، علم سے دولت ایمان اور ثروت یقین کبھی ہاتھ نہیں آتی لیکن جب انسان کو بصیرت حاصل ہو جاتی ہے، دل عشق سے فیضیاب ہو جاتا ہے، تو پھر آدمی معمار ہو یا سنگ تراش، مصور ہو یا نے نواز شاعر ہو، یا نغمہ گر بغایت اطمینان قلب اپنا کام شروع کرتا ہے، مسجد "قوت الاسلام" سے لے کر مسجد "قرطبہ" تک عشق نے کیا کیا گل کھلائے، یہ توفن کا دائرہ ہے، عمل اور معرفت کے دائرے میں غزال سے لے کر روی اور مخدوم علی ہجویری تک فیض عشق سے وابستگان دولت نے کیسے کیسے کارنامے انجام دیئے ہیں:

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام
عشق فقیہ حرم عشق اسیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام
عشق دم جبریل عشق دل مصطفےٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام
عشق کے سراب سے نغمۂ تار حیات
عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات

❁❁❁❁❁❁❁❁